کیا ادب کو مذہب سے دُور رکھنا چاہیئے؟

عالمی شہ پاروں کا تنقیدی مطالعہ

(سیّد حبیب الحق ندوی)

مواد و ہیئت (MATTER AND FORM) ادب کی اساس ہیں لیکن جو مسئلہ ہنوز ادب کا نزاعی مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ آیا مواد میں عقائد (BELIEFS) کی آمیزش جائز ہے یا ناجائز؟ فن برائے فن کے طرف دار عقائد کی آمیزش کے منکر ہیں۔ ان کے خیال میں ادب ادب ہے، فلسفہ، دینیات، سیاسیات و معاشیات کا پروپیگنڈہ نہیں۔ تخلیقی ادب میں واردات قلب کو الف نفس اور جمالیاتی شعور کے سوا کچھ اور پیش کرنا ان کے نزدیک بے ادبی ہی نہیں بلکہ انشائی شعور (CREATIVE SENSE) کے منافی بھی ہے۔

ممکن ہے تنقیدی مباحث کی حد تک یہ نظریات درست ہوں لیکن تخلیقی تجربہ اس کے خلاف ہے۔ ادب، نظم ہو یا نثر، شاعر کی شخصیت اور اس کے عقائد کی جھلک سے مبرّا نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت شخصیّت ایک وسیع لفظ ہے۔ جمالیاتی شعور ہو یا دینی عقائد، سیاسی و سماجی نظریات ہوں یا معاشی طرز فکر سب شخصیت کا جزو لاینفک ہیں اور وہ انشائی ذات (CREATIVE-SELF) کا حصّہ ہیں۔ ہر عقیدہ خواہ دینی ہو یا غیر دینی، سیاسی ہو یا غیر سیاسی، فنکار کے عقائد کا جزو ہے اور یہی مختلف عقائد اس کی شخصیت کے اجزاء ترکیبی ہیں۔

کسی ایک ملک و قوم کا ادب نہیں عالمی فن پارے اس نظریے کی تائید کرتے ہیں۔ مغرب کا ادب ہو یا مشرق کا، نظم ہو یا نثر، غزل ہو یا مرثیہ، مدح ہو یا ہجو، رزمیہ ہو یا بزمیہ، طربیہ ہو یا المیہ، ہر صنف ادب فن کار کے عقائد سے متاثر ہوتی ہے۔ کسی دَور کا ادب محض فنی محاسن اور صنائع و بدائع کی بنا پر مقبول نہیں ہوتا۔ اس کی مقبولیت میں ان عقائد کا بھی دخل ہوتا ہے جو اس دَور سے تعلق

رکھتے ہیں۔ دانتے کی کامیڈی اس لئے معروف و مقبول نہیں کہ وہ محض مابعد الطبیعیاتی شاعری ہے بلکہ اس لئے کہ اس میں مذہبی عقائد کی آمیزش ہے۔ ملٹن کے فن پاروں کی مقبولیت میں ان دینی عقائد کا بھی دخل ہے جو بائبل کی اساس ہیں۔ ہومر (HOMER) اور ورجل (VERGIL) کی مقبولیت کا مدار جہاں قومی عروج و زوال کی رزمیہ نگاری پر ہے وہیں وثنی عقائد جو حوادث رزم کی جان ہیں، ادب میں روح کی طرح سرایت کئے ہوئے ہیں۔ اگر ان فن پاروں سے وثنی عقائد نکال لئے جائیں۔ دیوی دیوتاؤں اور خداؤں کو خارج کر دیا جائے، تو رزم (EPIC) کی نہ صرف جان جاتی رہے گی بلکہ ادب کا سارا زور بھی ختم ہو جائے گا اور کہانی کا پلاٹ درہم برہم ہو جائے گا۔ کیونکہ کہانی کو آگے بڑھانے اور واقعات کے ارتقاء میں عقائد کا ہر جزو مساوی طور پر معاون ہے۔ ہر عقیدہ گھڑی کے پرزے کی طرح اہم ہے، اگر ایک پرزہ بھی نکال لیا جائے تو گھڑی غیر متحرک ہو جاتی ہے۔ عقائد، وسیع جمالیاتی شعور، واردات قلب اور کوائف نفس، رقیق جذبات اور نفسیات انسانی سب ادب کے مختلف پرزے ہیں۔ اگر زندگی بحیثیت مجموعی ادب کا خام مواد ہے تو اس کے دائرہ سے زندگی کا کوئی مسئلہ باہر نہیں ہو سکتا۔ یہ حقیقت مغربی ادب کے ساتھ ہی خاص نہیں مشرقی ادب کا بھی یہی حال ہے۔ رومی یا ابن العربی کے شاہکار مثلاً مثنوی اور فتوحات مکیہ وغیرہ سے تصوف کا جزو نکال دیا جائے تو وہ رومی اور ابن العربی کے سوا سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اقبال کے کلام سے شاعر کا پُر درد پیغام خارج کر دینے کے بعد وہ شاعری تو رہ سکتی ہے اقبال کی شاعری نہیں ہو سکتی۔

گفتگو چونکہ محدود ہے لہذا تبصرہ کو مغربی ادب تک ہی محدود رکھنا مناسب ہوگا۔ مغربی ادب کا نصب نامہ ہومر (HOMER) سے ملتا ہے لیکن بدقسمتی سے ہومر کی ذات خود مجہول الحال ہے۔ اس کی زندگی لامعلوم اور شخصیت غیر متعین ہے۔

ہومر کی الیڈ اور اوڈیسے

انیسویں صدی عیسوی تک ناقدین کا ایک گروہ ہومر کے وجود کا منکر تھا۔ اس کے نظریہ کے مطابق ہومر ایک فرد کے بجائے مختلف مصنفین پر مشتمل ایک انجمن یا ادارہ تصور کیا جاتا تھا۔ نیز الیڈ اور اوڈیسے مختلف فن کاروں کی فنی کاوش کا نتیجہ کہے جاتے تھے۔ بیسویں صدی کے ناقدین

ہومر کی ذات پر متفق ہوئے اور مذکورہ بالا تصنیفات کو اس کی تخلیق قرار دیا۔ غرض مغربی ادب کی نسل یونانی ادب پاروں الیڈ اور اوڈیسے سے چلی۔ یہ دونوں طویل رزمیے یونان کی قومی عظمت و شجاعت کا ترانہ ہیں۔ اس سانچہ میں بعد کا مغربی ادب ڈھلتا رہا۔ حلاوت، اثر، المناکی، منظر نگاری، شوکت بیان اور طلاقت لسانی، ساخت اور تکنیک میں انھیں نمونوں کی پیروی ہوتی رہی۔ ورجل کی لازوال تخلیق اینائڈ (AENEID) اسی نمونہ پر ڈھل کر منظر عام پر آئی اور رزوداثری میں ہومر سے بازی لے گئی۔

ناقدین کے تخمینہ کے مطابق الیڈ ۷۵۰ قبل مسیح اور اوڈیسے ۷۲۵ قبل مسیح میں لکھی گئی۔ نظم کے موضوع و مضامین پر ناقدین کا اختلاف ہنوز باقی ہے۔ ایک مکتب فکر اسے غیر تاریخی، غیر ثقہ اور مجموعۂ خرافات قرار دیتا ہے۔ ان کی نظر میں یہ واقعات چونکہ زمانہ ماقبل تاریخ سے متعلق ہیں۔ لہذا مشکوک اور غیر تاریخی (LEGENDS) ہیں۔ دوسرا مدرسۂ فکر ان واقعات کو تاریخی حقائق قرار دے کر ثقہ تسلیم کرتا ہے۔ اوّل الذکر کی توجیہہ کے مطابق ہومر چونکہ آٹھویں صدی قبل مسیح کا فن کار ہے، اور تاریخی دَور ساتویں صدی قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے لہذا ان واقعات کو تاریخی قرار دینا غیر علمی روش ہے۔

الیڈ اور اوڈیسے دونوں ۲۴ ابواب پر مشتمل یونان اور ٹرائے (TROY) کی جنگ (TROJAN WARS) کی داستانیں ہیں۔ اوّل الذکر جنگ کے وجوہ و اسباب، مناظر جنگ اور دیگر حوادث کا تذکرہ ہے اور آخر الذکر جنگ کے بعد یونانیوں کی واپسی، بالخصوص اوڈیسے کی روداد سفر (ADVENTURES) ہے۔

شاہ ٹرائے کا لڑکا پارس (PARIS) سیاحت کی غرض سے اسپارٹا (SPARTA) پہنچا جہاں شاہ مینی لاس (MENELAOS) نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ چلتے وقت پارس اپنے محسن مینی لاس کی بیوی ہیلن (HELEN) کو اس کی مرضی سے لے کر اپنے ساتھ لے گیا اور ٹرائے (TROY) پہنچ کر دونوں زن و شوہر کی زندگی گزارنے لگے۔

اس حادثہ سے یونان کی عزت و عظمت کو شدید صدمہ پہنچا۔ جذبۂ انتقام سے سرشار یونان نے ہیلن کی بازیابی کے لئے فوجی تیاریاں شروع کیں۔ پڑوس کے نواب، شہزادے اور حکمران اس کے حلیف ہوئے۔ ایک ہزار سے اوپر جنگی جہاز تیار کئے گئے۔ یونان کے ہیرو (ابطال) جنگجو اور پہلوان آمادۂ

پیکار ہوئے۔ جنگ کے بعد ٹرائے میں داخلہ ہوا لیکن قبضہ نہ ہوسکا۔ نو سالوں تک شہر کا محاصرہ رہا۔ قرب و جوار میں سلب و نہب کا سلسلہ جاری رہا۔ دسویں سال یونانی کمانڈروں AGAMENON اور ACHILLEUS میں نااتفاقی ہوئی۔ اچالیس اپنے رفقاء اور پیروؤں کے ساتھ میدان کارزار سے کنارہ کش ہوگیا۔ اس کے علیحدہ ہوتے ہی یونانیوں پر قیامت ٹوٹی۔ پارس کا بھائی ہکٹر (HECTOR) پوری طاقت سے حملہ آور ہوا۔ یونانی فوج کو شدید نقصان پہنچا، اس کے مسلح جہازوں کی بربادی کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ اچالیس کی غیرتِ قومی جوش میں آئی۔ وہ میدانِ جنگ میں واپس آیا اور نقشۂ کارزار کو بدل دیا۔ ہکٹر کو قتل کرکے یونانیوں کو بچایا اور ٹرائے (TROY) کو برباد کردیا۔ اس وقت تک مکمل فتح نہیں ہوسکی۔ اچالیس فتح سے قبل ہی مرگیا، اور فتح و فیروزمندی کی مسرت میں شریک نہ ہوسکا۔ اس طرح الید درحقیقت اچالیس کا المیہ (TRAGEDY OF ACHILLEUS) بن گئی۔

بعد میں ٹرائے (TROY) فتح ہوا۔ دفاع کرنے والے تہہ تیغ کئے گئے اور نہتے شہری غلام بنائے گئے۔ اس طرح ٹرائے خداؤں کے حکم و فرضیات، ہدایات اور حوصلہ افزائیوں کی بدولت ویران کر دیا گیا۔ جنگ کے بعد یونانیوں کی واپسی ہوئی۔ سفر راہ کے مصائب، اوڈیسے کی سیاحت کے طویل رنگارنگ واقعات اور مافوق الفطرت عناصر کی ہوشربا داستانیں اور وطن اتھاکا (ATHAKA) تک پہنچنے کی کہانیاں، دوسری معرکتہ الآراء نظم اوڈیسے کا خام مواد ہیں۔ ورجل کی اینائڈ اور دانتے کی کامیڈی بھی سفرنامہ ہیں لیکن وہ اوڈیسے سے مختلف ہیں۔

ہومر کی دونوں کہانیوں پر وثنی عقائد کا گہر چھایا ہوا ہے۔ یونانی خداؤں، دیوی اور دیوتاؤں کی مداخلت عام ہے۔ ہومر کے خدا انسانی لذت و شہوت کے عادی اور انسانی جذبات، مثلاً محبت و نفرت، غیظ و غضب، حسد و رقابت اور جذبۂ انتقام کا شکار ہیں۔

ہومر نے ادب کے مواد میں عقائد کی بھرپور آمیزش کی ہے۔ مواد کی آرائش اور پلاٹ کے ارتقاء کے لئے وہ اولمپیا کے خداؤں (OLYMPIAN GODS) کا بکثرت استعمال کرتا ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر حوادث کا ارتقاء بعض اوقات ناممکن ہے۔ تھسالی (THESALY) اور مقدونیہ کے درمیان ۲۵ میل تک پھیلا ہوا طویل پہاڑی سلسلہ اولمپس (OLYMPUS) کے نام سے موسوم تھا۔ یہ یونانی خداؤں کا وطن تھا۔ اولمپس یونان کے بارہ عظیم خداؤں میں سے ایک تھا، جو جبل اولمپین (OLYMPIAN) پر سکونت پذیر تھا۔ یہ سارے خدا

انسانی معاملات میں دخیل تھے ۔ ہومر کے ادب سے عقائد اور دیوی دیوتاؤں کا اخراج فن پارے کا اتلاف ہے ۔ اگر ذہنی عقائد کی مدد سے پلاٹ میں مدد نہ لی جاتی تو ہم عصر یونانی زندگی کی سچی تصویر بھی سامنے نہ آتی ۔ مذہبی عقائد کی آمیزش کے ساتھ پوری یونانی زندگی کو ادب کے قالب میں ڈھال کر ہی ہومر نے لازوال تخلیقی کارنامے سرانجام دیئے ۔

ورجل کی اینائڈ

ورجل (VERGIL) شمالی اٹلی کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا ۔ اس نے مِلان (MILAN) اور نیپلز میں تعلیم پائی ۔ ۲۳ سال کی عمر میں روم گیا اور سائرو (SIRO) سے تعلیم حاصل کی ۔ سائرو اسٹوئک (STOIC) عقائد کا فلسفی تھا ۔ ورجل کے عقائد سائرو کے فلسفہ سے غایت درجہ متاثر ہوئے ۔ ۴۱ سال کی عمر میں وہ اپنے شاہکار کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوا جو روما کی شوکت وعظمت کا ترانہ اور ورجل کے رفیق، تاجدار روم اگسٹس (AUGUSTUS) کی مدح سرائیوں کا مجموعہ ہے ۔ الیڈ اور اوڈیسے کے نمونہ پر ورجل نے اپنی اینائڈ (AENEID) لکھی جس میں اپنے سیاسی عقائد کی تشریح کی اور ساتھ ہی روما کی نشأۃ ثانیہ کی آرزو کا اظہار کیا ۔

ورجل کا ہیرو (البطل) اینیاز (AENEAS) ٹرائے کا باشندہ تھا جو یونان اور ٹرائے کی جنگ (TROJAN WARS) میں تنہا چند رفقاء کے ساتھ بچ نکلا تھا ۔ اسے خداؤں کا حکم ہوا کہ وہ اپنا وطن ترک کر کے مغرب کا سفر کرے ۔ اینیاز کے سفر سے متعلق تمام خرافات اور غیر تاریخی واقعات (LEGEND AND MYTHS) کے ذریعہ ورجل اپنی کہانی کی آرائش کرتا ہے ۔ ناقدین متفق ہیں کہ ورجل نے تمام سنجیدہ مغربی شاعری (SERIOUS POETRY) کو تکنیک اور اسلوب میں متاثر کیا، کیونکہ ورجل شاہی اختیارات (PREROGATIVES) اور ریاست کے فرائض —— (FUNCTIONS) کی توضیح وتفسیر بھی پیش کرتا ہے ۔

ورجل یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ روم کی تاسیس، تاریخی عظمت رومی باشندوں کی بدولت نہیں بلکہ یہ محض خداؤں کے منشاء یعنی ان کی پلاننگ اور اسکیم کا نتیجہ ہے ۔ چونکہ خدا روما کی عظمت وسروری کے خواہاں تھے، اس لئے روم کو عزت نصیب ہوئی اور قومی تاریخ ملی منشور بن

گئی۔ چونکہ روم خداؤں کے ذریعہ وجود میں آیا، اس لئے عوام کا فریضہ ہے کہ وہ خدائی مشن کی حفاظت کریں۔ تاسیس روم کی تاریخ ورجل یوں بیان کرتا ہے کہ تاجدار روم اگسٹس کے اسلاف قدسی (جو انیاز ANEAS کی اولاد میں تھے) نے اس کی بنیاد رکھی۔ زوال ٹرائے کے بعد انیاز خدائی ابہام پر اپنے رفقاء اور اہل خاندان کو لے کر مغرب کی جانب ارض موعودہ (PROMISED LAND) کی تلاش میں نکل پڑا۔ ہوشربا مراحل سفر پیش آئے۔ ہمت ہار کر وہ اور اس کے رفقاء نے دوران سفر میں کہیں متوطن ہونے کا فیصلہ کیا۔ کارتھیج (CARTHAGE) میں ڈیڈو (DIDO) کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا۔ لیکن خداؤں کی ہمت افزائی اور الہام پر وہ آگے چل پڑا اور بالآخر اٹلی پہنچا۔ ہاڈس (HADES) سے ملا، جس نے اس کی اولاد کے تابناک مستقبل کی پیش گوئی کی۔ وہ تیبر (TIBER) پہنچا اور مقدس شہر روما کی بنیاد رکھی۔ یہ سعادت اس کی تقدیر کا نوشتہ تھا۔ خدا اس کے ساتھ تھے۔ اسی لئے روما پھلا پھولا اور عالمگیر شہرت وعزت کا مالک بن گیا۔ اس شہر کے باشندے اور نئے آنے والے جونو (JUNO) کے حکم سے لاطینی (LATINS) کے نام سے موسوم کئے گئے۔

چونکہ انیاز خدا کا فرستادہ تھا اور اگسٹس اسی خاندان کا ایک فرد تھا۔ لہذا فرمانروائے روم کا فرض تھا کہ وہ روما کی تقدیر کو اجاگر کرے اور موجودہ بدحالی دُور کرے ورنہ خداؤں کی ناراضی اس کی تباہی کا سبب بنے گی۔ دراصل ورجل کا دَور سیاسی بحران اور اخلاقی زوال کا دَور تھا۔ انتونی اور قلوپطرہ کے دَور سے تا زمانہ حال کوئی سو سال سے روم خونیں خانہ جنگیوں کا شکار تھا۔ قیام امن کی شدید ضرورت تھی ایک طاقتور بادشاہ ہی اس انتشار کو دُور کر سکتا تھا۔ سیاسی امن اور اخلاقی احیاء کے لئے خدا نے اگسٹس کو بھیجا تاکہ عہد آفریں اصلاحات کا آغاز ہو۔ یہ فریضہ تاجدار روما کے ذمہ خداؤں کی طرف سے DIVINELY ORDAINED سپرد کیا گیا۔

ورجل خود وثنی تھا۔ سارا روم وثنی تھا۔ لہذا دیوی اور دیوتاؤں کے بغیر عصری عقائد کی عکاسی ناممکن تھی۔ ہومر کا خدائے برتر زئیس (ZEUS) تھا لیکن ورجل کا برتر خدا جیپٹر (JUPITER) تھا۔ لیکن وہ زئیس (ZEUS) کی طرح کمزور نہیں تھا بلکہ طاقتور تھا اور اولمپیا (OLYPIAN) کے تمام دوسرے خدا اس کے تابع تھے۔ وہ اس کی مرضی اور حکم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

ورجل کے مواد میں زیادہ ندرت نہیں۔ وہی یونانی مواد اور واقعات سفر ہیں۔ ہومر سے وہ ساخت میں کچھ مختلف ضرور ہے۔ ورجل کی رزمیہ نظم (EPIC) بیان، طرز ادا، تخیل اور جذباتی اثریت میں غزل (LYRICS) سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن بنیادی طور پر ہومر اور ورجل دونوں کا مقصود قومی افتخار، شجاعت کے قصے وثنی عقائد کی آمیزش کے ساتھ بیان کرنا تھا۔

ملٹن کی فردوس گم گشتہ

دانتے اور ملٹن وثنی ہومر اور ورجل سے مختلف ہیں۔ یہ دونوں عیسائی مذہب کے نقیب ہیں۔ ایک خالص کیتھولک نظریات کا ترجمان ہے دوسرا پیورٹن (PURITAN) عقائد کا مبلغ۔ ۱۶۶۷ء میں ملٹن نے فردوس گم گشتہ (PARADISE LOST) لکھی۔ یہ شاہکار (MASTERPIECE) ہومر اور ورجل کے فن پاروں کا مدمقابل تصور کیا جاتا ہے۔ عقائد و نظریات میں نہیں۔ فنی پیش کش اور تخلیقی اپج میں۔ ملٹن کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ وہ خالص پیورٹن (PURITAN) عقائد کا حامی تھا۔ چرچ کی اصلاح اور مروجہ مذہب کے بے جان مناسک کے خاتمہ کے لئے پیورٹن تحریک کا آغاز ملکہ انگلستان الزبتھ کے دور میں ہوا۔ یہ تحریک پیورٹن انقلاب (PURITAN REVALUTION) کے نام سے معروف ہے۔ اسی تحریک نے تاج برطانیہ کو ہلا دیا۔ حکومت پر قبضہ کر لیا۔ لیکن کامیابی کے بعد زعمائے انقلاب میں نا اتفاقی ہو گئی۔ برسر اقتدار پیورٹن حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور شاہی خاندان اسٹوارٹ تاج انگلستان پر دوبارہ قابض ہو گئے۔ جسے تاریخ میں عود شاہی ۱۶۶۰ء (RESTORATION 1660) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پیورٹن تحریک کا اصل منشور مذہبی حکومت (THEOCRACY) کا قیام اور خالص مذہبی بنیادوں پر بائبل کی روشنی میں سماجی زندگی کا احیاء تھا۔ لیکن سترھویں صدی تک یہ تحریک ختم ہو گئی۔ ملٹن خالص پیورٹن عقائد کا حامی تھا۔ مذہبی زندگی کو برپا کرنے اور بائبل کے قوانین و احکامات کے احیاء کا آرزومند تھا۔ عرصہ سے اس کی تمنا تھی کہ وہ قومی رزمیہ لکھے جو پیورٹن تحریک کی کامیابی کا ترانہ ہو لیکن تحریک کی ناکامی کے بعد ملٹن کے جذبات سرد ہو گئے۔ شاہی حکومت کی بحالی کے بعد ملٹن پر سخت جرمانے لگائے گئے۔ اس سیاسی انتقام سے آزردہ خاطر اور مایوس ہو کر وہ ہمیشہ کے لئے گوشہ نشین ہو گیا۔ بائبل اس کی

سعی کی ہے۔ آدمؑ نافرمان نکلے لیکن عیسیٰؑ خدا کا بیٹا باپ کا مطیع نکلا۔

اس نظم میں ڈرامائی عناصر بہت کم ہیں۔ ورڈس ورتھ انگریزی شاعری کی یہ پسندیدہ نظم تھی۔ اسلوب اور پیش کش میں یہ نظم بلاشبہ فردوس گم گشتہ سے کمزور اور فروتر ہے۔ کیا یہ فن پارہ مذہبی عقائد کی اشاعت سے مبرّا ہے؟

ملٹن کی تیسری معروف مذہبی نظم سیمسن اگونسٹز (SAMSON AGONISTES) ہے۔ اس میں آرائش و ترصیع کی کمی ہے۔ یونان کے المیہ اسلوب کی پیروی کی ہے۔ معروف ڈرامہ نگار سوفوکلز (SOPHOCLES) کا طرز اختیار کیا ہے۔ عبرانی ہیرو سیمسن کی زندگی کے آخری دن کا واقعہ نقل کرتے ہوئے دکھاتا ہے کہ نابینا سیمسن ارض فلسطین کے اصلی باشندوں (PHILISTINES) کے ہاتھوں گرفتار شہر غازہ (GAZA) میں جبریہ محنت کا شکار ہے۔ اس کی بیوی بدقسمتی سے فلسطینی ہے جو غدار اور بے وفا ہے۔ تقدیر کے ہاتھوں سیمسن مبتلائے عذاب ہے۔ آخر قومی جشن اور عید کے دن سیمسن کو حکم ہوا کہ وہ نوابوں اور امراء کی محفل میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے۔ سیمسن نے انکار کیا۔ آخر افسروں کے حکم پر اس نے اسمبلی کے ستونوں کو گرا کر خود اپنی جان دے دی اور حاضرین کی جان لے لی۔ اس طرح موت کے بعد مظلوم سیمسن خدا سے جا ملا۔ یہ واقعہ بک آف ججز (BOOK OF JUDGES 3-16) سے ماخوذ ہے۔

درحقیقت ملٹن نے اس میں اپنی کہانی سیمسن کی زبانی بیان کی ہے۔

کیا ان زندہ حقائق کی روشنی میں کوئی ادبی ناقد یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ فن کے حریم ناز میں مذہب کو داخل ہونے کا حق نہیں۔

دانتے کی کامیڈی

ادبی مواد میں عقائد کی آمیزش کا ثبوت مندرجہ بالا عالمی فن پاروں کے مطالعہ سے واضح ہے لیکن دانتے درحقیقت مستثنیات میں سے ہے، جو ہیئت (FORMS) تک میں عقائد کی آمیزش کا قائل تھا۔ ہومر کی رزمیہ ہکسامیٹر (HEXAMETER) میں لکھی گئی ہے۔ ورجل نے اسی کی پیروی کی۔ ملٹن نے آزاد نظم کو ترجیح دی۔ لیکن دانتے نے اپنے کامیڈی (طربیہ) کی تصنیف کے لئے نادر و نامانوس ہیئت ٹرزاریما (TERZARIMA) یعنی تثلیث قوافی کی ایجاد کی۔ دانتے نے اشعار کی ترتیب اور ابواب میں ہر جگہ عقیدہ تثلیث کو زندہ رکھنے کے لئے تین اور نو وغیرہ کا توازن رکھا ہے۔

اس کے اشعار مثلث بند ہیں۔ جو عروج فن کے ساتھ مذہبی توغل کا بھی عروج ہیں۔

دانتے نے اپنے لازوال فن پارے کا نام کامیڈی رکھا۔ بعد کی نسل نے اس میں THE DIVINE کا اضافہ اس لئے کیا کہ یہ مافوق الفطرت شاعری تھی اور اس میں آسمان، ارواح، قدسیات عالم بالا اور غیر مرئیات کے تذکرے تھے۔ یہ اطالوی زبان میں پہلا عظیم شاہکار تھا جس کے سہارے زبان عہد طفولیت سے اچانک سن بلوغ کو پہنچ گئی۔

دانتے کی کامیڈی مغربی ادب میں بے پایاں اہمیت کی مالک ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نظریہ گناہ (SINS) اور محاسن (VIRTUES) کی عکاسی تلمیحی (ALLEGORICAL) اور تمثیلی (ANALOGICAL) طرز سے کرنے میں غیر معمولی طور پر کامیاب ہوا۔ روح انسانی کی نجات کے مختلف مدارج کی منظر کشی بھی کامیاب ہے۔ جدید ناقدین میں ٹی ایس الیٹ (T-S-ELIOT) دانتے کی شاعری کو اس لئے مابعدالطبعیاتی شاعری (METAPHYSICAL POETRY) قرار دیتا ہے کہ نظم کے ڈرامائی اور غزلی عناصر مذہبی اور تبلیغی عناصر پر غالب ہیں (ملاحظہ ہو الیٹ کا عالمانہ مقالہ زیر عنوان "دانتے" مجموعہ مضامین، نیویارک ۱۹۳۲ء، ص ۲۰۴)

راقم الحروف کو الیٹ کی رائے سے اختلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی اور تبلیغی عناصر ڈرامائی اور غزلی عناصر پر غالب ہیں۔ اس لئے اس شاعری کو کیتھولک مذہب کا صحیفہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ڈرامائی اور غزلی عناصر سب کیتھولک عقیدہ کی کامیاب ترجمانی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

دانتے، وثنی ورجل (جسے دانتے اپنا استاد و رہبر تسلیم کرتا ہے) کے ساتھ جہنم کی سیر کرتا ہے۔ جہنم میں مجرمین کے خلاف نفرت بھڑکتی ہے۔ ساتھ ہی ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اعراف میں دانتے متحرک و فعال نظر آتا ہے۔ کیونکہ اعراف درحقیقت مادی دنیا کے حالات سے قریب تر ہے جہاں توبہ اور امید کی ملی جلی فضاء موجود ہے۔ جہنم کے سفر میں دانتے شدت خوف سے کملایا ہوا نظر آتا ہے۔ جنت یا عالم بالا اور عالم نور کی سیاحت میں جہاں اس کی محبوبہ بیٹرس راہبر ہے۔ دانتے خدا کی ذات میں تحلیل ہو جانے کا آرزومند نظر آتا ہے کیونکہ تثلیث کا فلسفہ حلول کی تائید میں ہے۔ سفر کے آخری مراحل میں دانتے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ایمان کو منطق سے تعلق نہیں۔ ایمان کے سامنے قیل و قال کی گنجائش نہیں ہوتی۔

جنت میں فن کار ادب کے ذریعہ چرچ اور ریاست کی فطرت کی توضیح کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

چرچ اور ریاست دونوں من جانب اللہ ایک مشن کے حامل ہیں۔ اور ریاست و چرچ کی موجودہ کشمکش نہ صرف غیر فطری بلکہ منشاء الٰہی کے بھی خلاف ہے۔ پھر وہ امید و رجائیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ریاست اور چرچ کے درمیان مفاہمت ناگزیر ہے کیونکہ یہ نوشتہ تقدیر ہے۔ پوپ جب شہنشاہ کے ماتحت اور پوپ و شہنشاہ دونوں جب خدا کے ماتحت ہوں گے تو عیسٰی کا مشن پورا ہوگا۔

کامیڈی کا آخری باب مغربی ادب کا نقطہ عروج (SUMMIT) تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس میں انسان کی روحانی خلش کا بھی عروج ہے۔ چاسر کے خیال میں یہ حصّہ قطعی الہامی ہے۔ ایسا الہامی ادب شائد ہی کسی دَور میں کسی شاعر نے پیش کیا ہو۔

دانتے عہد وسطیٰ کے بدحال یورپ کا مسیحا تصور کیا جاتا ہے۔ وہ اعتدال پسندی کا علمبردار کہا جاتا ہے۔ عیسائیت کی زبوں حالی، چرچ اور پوپ کی روایت پرستی، سیاسی بحران، اخلاقی انحطاط نے یورپ کو گھن کی طرح کھوکھلا کر دیا تھا۔ دانتے ان حالات سے غیر مطمئن تھا۔ وہ خالص کیتھولک دین کے احیاء کا آرزومند تھا جس میں اس کے نزدیک یورپ کی نجات تھی۔ اسی لئے وہ اپنی کامیڈی میں تین مدارج قائم کرتا ہے۔ جہنم، اعراف اور جنت۔ جہنم میں وہ ان تمام مجرمین کو گنا تا ہے اور ان کی بدحالی کا تذکرہ کرتا ہے جو حضرت عیسٰی پر ایمان نہیں لائے، نیز وہ جو ایمان تو لائے لیکن خالص کیتھولک عقائد کے مطابق زندگی گزارنے سے قاصر رہے۔ اعراف کے دوسرے درجہ میں وہ امید و بیم کی فضاء پیدا کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ نجات کی صورت ہنوز اسی میں ہے کہ لوگ خالص عیسائی مذہب قبول کرلیں۔ جنت اور عالم بالا نور اور تثلیث کی دنیا ہے جہاں دیدار تثلیث کے بعد انسان کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔

ہومر، ورجل، ملٹن اور دانتے مغرب کے ادبی خدا ہیں اور ان کی تخلیقات کو دنیائے ادب میں جو مقام حاصل ہے محتاج بیان نہیں۔ گزشتہ صفحات میں ان کا سرسری جائزہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ ان فن کاروں نے اپنے مذہبی عقائد اور وقت کے عام دینی رجحانات کو کس طرح ادب میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس آئینے میں ہم اپنی تصویر دیکھتے ہیں تو عجیب صورت حال سامنے آتی ہے۔ ہمارے ہاں اگر کوئی ادیب یا شاعر اسلام کا نام لے لیتا ہے تو اسے تمسخر و استہزا کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اہل مغرب علم الاصنام کی خرافات اور ادیان سماوی کی مسخ شدہ تعلیمات کو جزو ادب بنا کر پیش کریں تو وہ ہنر ٹھہرتا ہے اور مسلمان دین اسلام کی سچی آفاقی اور ابدی قدروں کو اپنے ادب میں جگہ دیں تو خود اپنوں ہی کی نظر میں مجرم قرار پائیں ☆